(مقاصد الشریعۃ المتعلقۃ بالمال)

مفتی امین اللہ

نائب خطیب جامع مسجد اکبر علی خان

بنوں سٹی

" الحمد الله رب العلمين اكمل الحمد على كل حال والصلوة والسلام الاتمان على سيد المرسلين كلما ذكره الذاكرون وكلما غفل عن ذكره الغافلون اللهم صل عليه وعلى اله وسائر النبيين وآل كلٍ سائر الصلحين نهايته ما ينبغي ان يسأله " السائلون . اما بعد ! "

مقاصد الشریعۃ:۔

مقاصد الشریعۃ سے مراد وہ رموز، اسرار، غایات، علل اور حکم ہیں، جو شارع نے احکام شرعیہ اور بندوں کی مصلحت کیلئے وضع کئے ہوں۔

اور مصلحت کا معنی یہ ہے کہ ہر وہ شئے جس میں لوگوں کیلئے نفع ہو، اور وہ فوائد وسامان لذت کے حصول کے ذریعے نقصان وآلام کو دور کرے۔

امام رازیؒ نے مصلحت کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے، کہ مصلحت اس منفعت کا نام ہے، جو شارع حکیم کا اپنے بندوں کے بارے میں مقصود ہے یعنی علی حسب مراتب دین، جان، عقل، نسل اور مال کی حفاظت۔

" لیکن یہ مصلحت چاہے مفید یا نافع کے حصول کے ذریعے ہو، یا ضرر رساں اشیاء کے دور کرنے کیلئے، ہم اپنی عقل وفہم کے ذریعے معلوم نہیں کر سکتے، بلکہ اسے شارع کے سامنے پیش کر کے اس کے جواز یا عدم جواز کی شرع سے توثیق کرائیں گے، کہ شارع نے کن مصالح کا اعتبار کیا ہے، اور کن کا نہیں، کون سے شریعت کے نزدیک قبول ہیں، اور کون سے نہیں۔

" اس جواز یا عدم جواز کے اعتبار سے مصالح کی تین قسمیں ہیں "

۱...... مصالح معتبرہ:۔

" یہ وہ مصالح ہیں جن کا شریعت نے اعتبار کیا ہے اور اس کی مصلحت پر کوئی شرعی دلیل موجود ہو جیسے شریعت نے شراب نوشی کو حرام قرار دیا جسکی مصلحت عام عقل انسانی کی حفاظت ہے۔لہذا شراب اور تمام نشہ آور اشیاء جو عقل انسانی پر اثرانداز ہوتی ہیں، انہیں خمر (شراب) پر قیاس کر کے ان کی حرمت کا فتوی دیا جائیگا۔

۲...... مصالح ملغاہ:

" ہوسکتا ہے کہ بعض مصالح عقلی نقطہ نظر سے مفید اور نفع بخش محسوس ہوتی ہوں، لیکن شارع ان مصالح کو غیر معتبر قرار دیکر رد کرتا ہے، مثلاً مردوزن کے تصور کو پیش نظر رکھ کر تقسیم میراث میں بھائی اور بہن کو برابر کرنا، ایک ایسی مصلحت ہے جسے شریعت نے رد کر دیا اور فرمایا:

" وان کا نو ا اخو تہ رجا لا ونسا ء فللذ کر مثل حظ الا نثیین "

(النساء ایتمہ ۱۷۶)

ترجمہ:...... اور اگر وارث چند بھائی بہن ہوں مرد اور عورت تو ایک مرد کو دو عورتوں کے حصہ کے برابر (حصہ ملے گا) (بیان۲القرآن)۔

۳)...... مصالح مرسلہ:

یہ وہ مصالح ہیں، جن کے جواز یا عدم جواز پر شارع کی طرف سے کوئی دلیل بیان کئے بغیر چھوڑ دیا گیا ہو۔اسکی بھی دو قسمیں ہیں۔

(۱)...... ایک وہ مصالح ہیں، جو شریعت کے مزاج اور اس کے عام احکام کے خلاف ہوں یہ مصالح تو لغو ہیں م جیسے خودکشی کرنا۔

(۲)...... دوسری وہ مصالح ہیں جن کے معتبر یا غیر معتبر ہونے میں متعین طور پر کوئی نص شرع میں وارد نہیں، لیکن شریعت کے مزاج اور عمومی تصرفات وہدایات کے ساتھ ہم آہنگ اور موافق ہوں، یہ مصالح شریعت کے نزدیک معتبر ہوتے ہیں جیسے تمام اصحابہ کرامؓ کا قرآن پاک کا ایک مستند نسخہ اور ایک مصحف پر جمع کرنا یہ مصالح مرسلہ معتبرہ میں سے ہیں۔اگرچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے شرعی طور پر اس کے بارے میں کوئی نص وارد نہیں۔

مصالح معتبرہ کی قسمیں:

مصالح معتبرہ کی پھر مزید تین قسمیں ہیں۔

(۱)...... ضروریات یا مصالح ضروریہ:

یہ وہ مصالح ہیں ، جن کے ساتھ لوگوں کی دینی اور دنیاوی زندگی وابستہ ہو ،اگران مصالح میں کوئی خلل آجائے، تو زندگی کا یہ چلتا نظام رک جائیگا،اوران مصالح کا تحفظ اوراساس پانچ چیزوں پر ہے۔

(۱) تحفظ دین (۲) تحفظ نفس (۳) تحفظ عقل (۴) تحفظ نسل (۵) تحفظ مال۔

(۲)...... حاجات یا مصالح حاجیہ:

لوگوں سے تنگی اور مشقت دور کرنے کیلئے جن مصالح کی ضرورت ہوتی ہے،انہیں مصالح حاجیہ کہا جاتا ہے،اگران میں سے کوئی مصلحت حاصل نہ ہوسکے،تو نظام زندگی تو چلتا رہے گا،لیکن لوگوں پر تنگی اور مشقت ضرور ہوگی۔ان مصالح کا تعلق عبادات، عادات،معاملات،جنایات،اجارات اور بیوع وغیرہ سے ہے ، جن میں ہرایک کیلئے شریعت نے علیحدہ علیحدہ اصول، قواعدوضوابط اوراحکامات بیان کئے ہیں۔

(۴)...... تحسینیات یا مصالح تحسینیہ:

یہ وہ مصالح ہیں ، جن کواختیار کرے اوران پرعمل کرنے سے لوگوں کے درمیان اچھا تاثر قائم رہتا ہے، جیسے عموماً وضو کے ساتھ رہنا، اچھے کپڑے پہننا، خوشبوں لگانا، نوافل پڑھنا، کھانے پینے کے آداب کا لحاظ رکھنا، اسی طرح ان افعال سے احتراز کرنا جن کوعقل سلیم براجانے، جیسے بدبودار چیزیں کھانا، بلاضرورت زیادہ بولنا اور نجس چیزوں کا بیچنا وغیرہ۔

مصالح معتبرہ کی ان تین قسموں میں چونکہ اصل قسم ضرورت ہے اس لئے شریعت اسلامیہ میں عموماً انہی سے بحث کی جاتی ہے، اورمقاصدالشریعۃ المتعلقہ بالمال کاتعلق بھی چونکہ انہی ضروریات سے ہے اس لئے مال کے متعلق تفصیلی بحث کی جاتی ہے۔

مال کالغوی معنی:

مال کے لغوی معنی کامداراس کے مادہ اشتقاق پر ہے، اورلغت میں مال کے مادہ اشتقاق میں اختلاف ہے۔

(۱)...... لغت کی بعض کتابوں نے مال کا مادہ اشتقاق (م، و، ل ، مول) بتایا ہے ۔ بمعنی ذخیرہ کی جانے والی چیز یعنی وہ چیز جس کو ضرورت کی بناء پر ذخیرہ کیا جائے ۔

۱)...... جبکہ بعض کتابوں نے مال کا مادہ اشتقاق م، ی، ل (میل) بتایا ہے ۔ بمعنی جھکنا، مائل ہونا یعنی وہ چیز جس کی طرف طبیعت میلان اور رغبت کرے ۔

۲)...... اگر معنی اول (مول) مراد ہو، تو مطلب یہ ہوگا، کہ لغتہ مال ہر وہ عینی چیز ہے جس کا انسان مالک بن سکتا ہے، اور بالفعل اس کو ذخیرہ کیا جا سکتا ہے ۔

اور اگر معنی ثانی (میل) مراد لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا، کہ لغتہ مال سے مراد ہر وہ چیز ہے، جس کی طرف طبیعت میلان کرے ۔ الفاظ دیگر وہ چیز مرغوب فیہ ہو ۔

مال کا اصطلاحی معنی:

مال کے لغوی معنی کی طرح مال کے اصطلاحی معنی میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ چونکہ شارع نے کبھی بھی مال کی تحدید و تعریف بیان نہیں کی، بلکہ عرف عام میں مال سے جو معنی و مفہوم سمجھا جاتا تھا، اس کو کافی سمجھا گیا، اس لئے یہی بنیادی وجہ فقہاء کرامؒ اور آئمہ کرامؒ کے درمیان اختلاف کا سبب بنا ۔

ویسے تو فقہاء کرام نے مال کی مختلف تعریفیں کی ہیں، لیکن ان میں سے مشہور و معروف دو تعریفیں ذکر کی جاتی ہیں۔

۱)...... مال کی سب سے مشہور تعریف (علامہ ابن عابدینؒ المشہور بالشامیؒ) کی ہے، فرماتے ہیں:

" المرا د با لما ل ما یمیل الیه الطبع و یمکن ادخار ہ لو قت الحا جته "

ترجمہ ...... یعنی مال سے مراد ہر وہ چیز ہے جسکی طرف طبیعت میلان کرے (وہ چیز مرغوب فیہ ہو) اور اس کو ضرورت اور حاجت کے وقت کیلئے ذخیرہ کیا جا سکتا ہو ۔

۲)...... دوسری تعریف جمہور ائمہ ثلاثہ کی ہے وہ فرماتے ہیں۔

" ذ ھب الشا فعیه و الما لکیه و الحنا بلته الی ان المنا فع امو ال "

ترجمہ ...... یعنی ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک منافع اموال ہیں۔

معلوم ہوا کہ ائمہؒ ثلاثہ کے نزدیک مال کا اطلاق ہر قسم کے اعیان اور حقوق پر ہوتا ہے۔ اور ان کے تمام منافع بھی اموال کی تعریف میں داخل ہیں۔ جبکہ احناف صرف اعیان کو مال تسلیم کرتے ہیں ، منافع اور حقوق کو نہیں ۔

مال کا عرفی معنی:

چونکہ مال کے لغوی اور اصطلاحی معنی میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے، اس لئے مجبوراً عرف کی طرف رجوع کریں گے کہ عرف میں مال کا اطلاق کس چیز پر ہوتا ہے اور کس پر نہیں۔

عرف:

شریعت میں عرف کا ایک اہم مقام ہے، شریعت کے بہت سے مسائل میں عرف کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور عرف کے فیصلے کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ شامیؒ نے شرح عقود رسم المفتی میں عرف کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

” والعرف فی الشرع لہ اعتبار ۔ ولذا علیہ الحکم یدار “ ۔

ترجمہ:...... اور عرف کا شریعت میں اعتبار کیا جاتا ہے، اور اس لئے (اسی عرف پر) حکم۔

اسی طرح اصول فقہ کا مشہور قاعدہ ہے۔

” الثابت بالعرف کا الثابت بالنص “ ۔

ترجمہ:...... جو چیز عرف سے ثابت ہو، وہ ایسا ہے گویا کہ نص سے ثابت ہو۔ تو چونکہ شریعت کی نظر میں عرف کا ایک اہم مقام ہے، اسلئے عرفاً احناف کے نزدیک مال کیلئے اعیان (ذات) کی شرط ہے۔ (یعنی عرفاً مال ہر وہ چیز ہے جو عین یا مادی ہو، حسی نہ ہو) اعیان کی شرط سے حقوق اور منافع مال کی مذکورہ تعریف سے خارج ہو گئے، اس لئے کہ وہ اعیان نہیں ہوتے۔ گویا کہ احناف کے اصولی مذہب کے مطابق حقوق جیسے حق شرب، حق تعلی حق مروں اور منافع کو مال نہیں کہا جائیگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ احناف کے نزدیک بیع کے وقت اشیاء کے تبادلے میں اعیان (بدلین) کا ہونا ضروری ہے۔ اگر ایک جانب ” عین “ ہو اور دوسری جانب کوئی حق یا منافع (یعنی غیر مادی وحسی چیز ہو) تو اصول مذہب کے لحاظ سے ایسا معاملہ صحیح اور جائز نہیں ہوگا، بلکہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے تو یہاں تک فرمایا ہے۔ کہ بدلین میں ایسے مال کا ہونا ضروری ہے جس سے شرعاً نفع اٹھایا جاسکتا ہو اور اس میں رغبت رکھی جاتی ہو۔

" ویشترط فی العاقدین کونهما حدین عاقلین وفی العوضین کونهما ما لاً ینفغ به ویرغب فیه " ۔

لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ وقت اور زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کے حالات، حاجات، ضروریات اور عرف وعادات بھی تبدیل ہوتے رہے یہ کافی مشکل تھا کہ مال اپنے مذکورہ مفہوم تک محدود رہے۔ اور عرف وعادات کی تبدیلیوں کو نظر انداز کردیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ان تغیر وتبدّل کو دیکھ کر علماء لغت نے بھی مختلف عادات واطوار اور زمانہ وادوار کی رعایت کرتے ہوئے مختلف طریقوں سے مال کا معنی ومصداق بیان کیا ہے۔ بلکہ جس چیز کو جس ماحول میں بھی مرغوب جانا جاتا ہو، اسی مرغوب چیز کو اس معاشرے میں مال کا اولین مصداق قرار دیا گیا۔

مثلاً سب سے پہلے زمین کو مال کا مصداق قرار دیا گیا، دوسرے مرحلے میں مال کا اطلاق زمین کے اجزاء سونا، چاندی اور زمین کی پیداوار پر ہونے لگا۔ اس کے بعد تیسرے مرحلے میں زمین پر چلنے والے جانوروں (اونٹ، گائے، بھینس، بھیڑ اور بکری وغیرہ) پر مال کا اطلاق کیا جانے لگا۔ پھر آخر میں سونے، چاندی اور نقدی پر مال کا عمومی اطلاق کیا گیا۔ جیسا کہ تاج العروس نے اس کی وضاحت یوں کی ہے۔

" المال فی الاصل ما یملک من الذهب والفضته ثم اطلق علی کل ما یقتنی ویملک من الاعیان و اکثر ما یطلق عند العرب علی الابل لانها کانت اکثر اموالهم ومال اهل البادیته النعم "

غرضیکہ کسی چیز پر مال کا اطلاق کرنے کیلئے علاقوں اور پیشوں کی ضرورت کی بناء پر رعایت کی جاتی ہے، ورنہ حرج، مشقت اور دشواریاں پیش آئینگی۔

چنانچہ رعایت وضرورت کے اسی معیار کے پیشِ نظر ہمارے فقہاء کرامؒ نے مال کے بارے میں فقہ حنفی کے بنیادی تصور پر مستزاد کچھ منافع اور حقوق (غیر اعیان) کو بھی مال کا حکم دے دیا، اور لوگوں سے حرج ومشقت دور کرنے اور تعامل الناس اور حاجتہ الناس کی وجہ سے ان حقوق اور منافع کی مالیت کو تسلیم کرتے ہوئے، انہیں معاملات میں بدل وعوض قرار دیا، جیسے حق مرور، حق تعلّی، حق شرب اور حق مسیل وغیرہ۔ چنانچہ علامہ کاسانیؒ نے واضح انداز میں مطلقاً لکھا ہے۔

" المال قد یکون عیان وقد یکون منفعة "

ترجمہ:...... مال کبھی عین (ذات) ہوتا ہے، اور کبھی منفعت ۔

اسی طرح علامہ ابن نجیمؒ فرماتے ہیں۔

" لا ن هذه المنا فع امو ال او التحقت با لا مو ال "

ترجمہ:...... اور یہ منافع یا تو مال ہیں یا مال کے ساتھ ملحق ہیں۔

یہی رائے علامہ ابن عابدین شامیؒ اور دوسرے فقہاء متاخرین کی بھی ہے۔

الحاصل عرف کی رو سے ضرورۃً مال کے مفہوم میں اعیان کے علاوہ بعض حقوق مجردہ بھی داخل ہیں۔ اسی پر بناء کرتے ہوئے موجودہ دور کے عرف کے پیش نظر کچھ مزید حقوق مجردہ کو اعیان کے ساتھ ملحق قرار دیتے ہوئے قابل معاوضہ قرار دیا جاسکتا ہے، اصول مذہب کے لحاظ سے اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، جیسے حق ایجاد، حق طبع، رجسٹرڈ ٹریڈ مارک، اداروں یا کمپنیوں کے نام، حق تالیف، اجازت نامے اور تجارتی لائسنس وغیرہ ۔

مقاصد الشریعۃ المتعلقۃ بالمال کا مقصد:

مقاصد الشریعۃ بالمال کا مقصد یہ ہے کہ شریعت کی نظر میں مال کی کیا اہمیت ہے ؟ مال کو کس طرح کمانا اور کس طرح خرچ کرنا ہے ؟ ۔

اس اعتبار سے مال کے ساتھ مندرجہ ذیل اشیاء متعلق ہیں۔

۱...... مال کی اہمیت شریعت کی نظر میں۔

۲...... مال کا ایمان اور اخلاق کے ساتھ ربط۔

۳...... مال کا کسب اور انتاج کے ساتھ تعلق۔

۴...... مال کا تعلق استھلاک کے ساتھ۔

۵...... مال کا تعلق تداول کے ساتھ۔

۶...... مال کا انفاق۔

۷......مال کا تعلق توزیع کے ساتھ۔

ان میں سے ہر ایک کا تفصیلی بیان بمعہ دلائل کے واضح کیا جائے گا۔

(۱)......اہمیت المال یا مال کی اہمیت شریعت کی نظر میں:

شریعت نے مال و دولت کا جو تصور پیش کیا ہے ، وہ حد درجہ اعتدال پر مبنی ہے، نہ تو اس کو مقصد حیات قرار دے کر اس کے حصول اور اس میں ترقی و بڑھوتری کا حکم صادر فرمایا اور نہ ہی اسے شجرہ ممنوعہ قرار دے کر اس سے صرف نظر کا حکم دیا، بلکہ دونوں کے درمیان ایک متوسط راستہ اختیار کرنے کا حکم فرمایا۔ نصوص شرعیہ سے یہ بات ثابت ہے کہ مال فی ذاتہ نہ تو مذموم ہے اور نہ ہی ممدوح۔ بلکہ اگر اس کا کمانا، اکٹھا کرنا اور خرچ کرنا شریعت کی حدود کے اندر ہو اور شرعی ضابطوں کے مطابق ہو تو یہ جائز، احسن بلکہ شریعت اس کی ترغیب بھی دیتی ہے اور ایسے آدمی کی حوصلہ افزائی کرتی ہے، ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

" ان اللہ یحب العبد المو من المحتر ف " .

ترجمہ...... بے شک اللہ تعالی مومن پیشہ ور بندے کو پسند کرتا ہے۔

دوسری جگہ ارشادہ نبوی ﷺ ہے۔

" التا جر الصد وق الا مین یحشر یو م القیا مۃ مع النبیین و الصد یقین و الشھدآء " .

ترجمہ...... سچ گو اور امانتدار تاجر کا حشر قیامت کے دن انبیاء صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

لیکن اگر مال کا کمانا اور خرچ کرنے کے طریقے شرعی طریقوں کے برعکس ہو۔ تو شریعت اس کی مذمت فرما کر اس سے روکتی ہے۔

شریعت اسلام کی نظر میں مال کو ایک اہم اور بلند مقام حاصل ہے، اس کا انسانی زندگی کے تمام دینی اور دنیاوی پہلوؤں اور مقاصد کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہے، مال اگرچہ فی نفسہ انسانی زندگی کا بنیادی مقصد تو نہیں البتہ "من حیث الا نسا ن" زندگی گزارنے کیلئے ایک امر ضروری اور جزء لاینفک ہے۔ اس کا دارومدار انسان کی دینی دنیاوی، انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ساتھ ہے، انسانی زندگی کے تمام بنیادی ضروریات کا تعلق مال ہی کے ساتھ ہے۔ مال کے ذریعے انسان کھانے، پینے، پہننے، اپنا مسکن بنانے اور اپنی دشمن سے حفاظت اور بچاؤ کا انتظام کرلیتا ہے۔ اور اسی مال کے ذریعے وہ زکوۃ، صدقات اور خیرات ادا کر کے حقوق اللہ اور حقوق

العباد پورا کر کے اپنی آخرت سنوارتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں مال کو (قیام) کے لفظ سے متصف کیا ہے، جس کا معنی ہے زندگی کالازمی اور ضروری جزء۔ ارشاد ربانی ہے۔

" ولا تئو تو ا السفهاء امو الکم التی جعل الله لکم قیا ما ای لحیا ة النا س، "

ترجمہ...... اور تم کم عقلو کو اپنے وہ مال مت دو جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مایہ زندگانی بنایا ہے۔ مال کا لفظ یوں تو قرآن کریم میں تقریبا (۸۶) یا (۹۰) مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ جیسے

" ان الله اشتر ی من المو منین انفسهم وامو الهم با ن لهم الجنة "

ترجمہ...... بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اوران کے مالوں کو اس بات کے عوض میں خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی۔

اس کے علاوہ دوسرے کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ نے مال کو کبھی اپنے فضل سے تعبیر فرمایا، جیسے ارشاد ربانی ہے۔

" فاذا قضیت الصلو ة فا نتشر و ا فی الا رض وا بتغو ا من فضل الله "

ترجمہ...... پھر جب نماز پوری ہو چکے تو تم زمین پر چلو پھرو اور اللہ تعالیٰ کی روزی تلاش کرو۔

اور کبھی مال کو خیر سے تعبیر فرمایا۔ جیسے

" وا نه لحب الخیر لشد ید "

ترجمہ...... اور وہ مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے۔

اسی طرح ذخیرہ احادیث میں لاتعداد مرتبہ مال کا ذکر فرمایا۔ اسے اپنی نعمت، دین، اور رزق سے تعبیر فرمایا۔ اوراس کے کسب کو فریضہ بعدالفریضہ کا نام دیا۔

(ا)...... مال کی ابتدائی ملکیت اللہ تعالیٰ کی ہے:

قرآن پاک کی بہت سی آیات اس بات پر دال ہیں کہ مال (زمین وآسمان) کی ابتدائی ملکیت اللہ تعالیٰ کی ہے کیونکہ وہ موجودات کا خالق ومالک ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

" له ما فی السموات و ما فی الا رض و ما بینهما و ما تحت الثری "

ترجمہ...... اور اسی کی ملک ہیں جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں اور جو چیزیں ان دونوں کے درمیان میں ہیں، اور جو چیزیں تحت الثریٰ میں ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے۔

" ولله ملک السموات و الا رض و ما بینهما یخلق ما یشاء والله علی کل شی قدیر ".

ترجمہ...... اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے خاص ہے حکومت آسمانوں اور زمین پر، اور جتنی چیزیں ان دونوں کے درمیان میں ہیں۔ اور جس چیز کو چاہیں پیدا کر دیں اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے۔

(۲)...... مال انسان کے پاس ایک امانت ہے:

مال کا حقیقی مالک تو اللہ تعالیٰ ہے۔ لیکن اس مال کو لوگوں کے ہاتھوں میں دینا اور اس کی ملکیت سمجھنا یہ محض ودیعت اور امانت ہے، اور یہ ملکیت، اس کا استعمال اور اس سے انتفاع حاصل کرنا بطور مجاز ہے، ارشاد ربانی ہے۔

" امنوا بالله ورسوله و انفقوا مما جعلکم مستخلفین فیه فالذین امنوا منکم وانفقوا لهم اجر کبیر "

ترجمہ...... تم لوگ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور جس مال میں تم کو اس نے دوسروں کا قائم مقام بنایا ہے۔ اس میں سے خرچ کرو۔

(۳)...... مال پیغمبروں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطیہ ہے:

یہ مال اللہ تعالیٰ نے جس طرح عام لوگوں کو دیا، پیغمبروں کو بھی ایک عطیہ دے دیا گیا ہے، جسکا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ ان کے پاس مال تھا۔ لیکن پھر بھی وہ رسالت، یا احکام الٰہیہ میں نسان سے کام نہیں لیتے تھے، بلکہ انہوں نے مال و دولت اور باشاہت کے ساتھ ساتھ دن رعایا کیلئے اور رات اللہ تعالیٰ کیلئے وقف کر رکھا تھا۔ یوسف علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ربانی ہے۔

" و کذلک مکنا لیوسف فی الا رض یتبوا منها حیث یشاء ".

ترجمہ...... اور ہم نے ایسے طور پر یوسف علیہ السلام کو ایک ملک (مصر) میں باختیار بنا دیا کہ اسمیں جہاں چاہیں رہیں سہیں۔

داؤد علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

" و لقد ا تینا داؤد منا فضلا ، یجبال اوبی معه الطیر ،والنا له الحد ید "

ترجمہ...... اور ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بڑی نعمت دی تھی، اے پہاڑ ! داؤد کے ساتھ بار بار تسبیح کرو، اور پرندوں کو بھی حکم دیا۔ اور ہم نے ان کے واسطے لوہے کو نرم کر دیا اسی طرح داود علیہ السلام کے بیٹے سلیمان علیہ السلام کو ایسی بادشاہت اور سلطنت عطا فرمادی، کہ اسی جیسی بادشاہت پھر کسی کو نہیں دی۔

(۴)...... مال نیک لوگوں کے لیے رزق کے وسیع ہونے کا ذریعہ ہے:

قرآن پاک کی بہت سی آیات اس پر شاہد ہیں۔ کہ یہ مال نیک اور پرہیزگاروں کیلئے رزق کے وسیع ہونے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر وثواب کا ذریعہ ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

" فقلت استغفر وا ربکم انه کا ن غفا را یر سل السما ء علیکم مد رار ویمد دکم با موال و بنین و یجعل لکم جنت ویجعل لکم انهر ا "

ترجمہ...... اور میں (حضرت نوح علیہ السلام) نے کہا، کہ تم اپنے پروردگار سے گناہ بخشواؤ بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ کہ کثرت سے تم پر بارش بھیجے گا اور تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہارے لئے باغ لگا دیگا اور تمہارے لئے نہریں بہا دے گا۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

" ولو ان اهل القر ی امنو ا و تقو ا لفتحنا علیهم بر کت من السما ء "

ترجمہ...... اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیز کرتے، تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا ہے۔

" و من یتق الله یجعل له مخر جا و یر زقه من حیث لا یحتسب "

ترجمہ...... اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کیلئے نجات کی شکل نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔

معلوم ہوا کہ نیک لوگوں کے رزق میں اللہ تعالیٰ وسعت فرمادیتا ہے، اور غیب کے خزانوں سے اس کی امداد فرمادیتا ہے۔

(۵)...... مال دین کی سربلندی اور بقاء کا ذریعہ ہے:

بعض آیات میں ارشاد فرمایا گیا ہے، کہ یہ مال دین کی نصرت سربلندی اور بقاء کا ذریعہ ہے۔ اگر اس کو دین کے امور اور اس کی نصرت کیلئے خرچ کیا جائے، تو ان سے دین کو تقویت ملتی ہے۔ اور دوسرے ادیان پر دین اسلام کو غلبہ حاصل ہوتا ہے، ارشاد ربانی ہے۔

" ثم رددنا لکم الکرة علیهم و امد د نکم با مو ال و بنین ، و جعلنکم اکثر نفیر ا " .

ترجمہ:...... پھر ہم ان پر تمہارا غلبہ کردیں گے اور مال اور بیٹوں سے ہم تمہاری امداد کریں گے اور ہم تمہاری جماعت بڑھادیں گے۔

ایک جگہ صراحتاً فرمایا گیا، کہ جو آدمی اپنے مال کو حق اور دین کی سربلندی کیلئے خرچ کرتا ہے۔ اس کے ساتھ حسد کرنا بھی جائز ہے، تاکہ اس کو دیکھ کر انسان کے اندر بھی وہی جذبہ پیدا ہو جائے، ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

" عن عبد الله بن مسعو دؓ قال قال النبی صلی الله علیه و اله وسلم ، لا حسد الا فی اثنتین رجل اتا ہ الله مالا فسلطه علی هلکته فی الحق و رجل اتا ہ الله الحکمة فهو یقضی بها و یعلمها " .

ترجمہ:...... حضور ﷺ سے روایت ہے، کہ دو آدمیوں کے علاوہ کسی کے ساتھ حسد کرنا جائز نہیں، ایک وہ آدمی جسکو اللہ تعالیٰ مال دے اور حق کی راہ میں اسکو خرچ کرتا رہے۔ دوسرا وہ آدمی جسکو اللہ تعالیٰ علم وحکمت دے تو وہ اسکے ساتھ فیصلے کرے، اور دوسروں کو اس کی تعلیم دے۔ معلوم ہوا کہ اگر یہود ونصاریٰ (جو باطل قوتوں کے استحکام کیلئے سرتوڑ کوششیں کررہے ہیں، اور مال و دولت سے اسکی امداد کررہے ہیں۔

کی طرح مسلمان بھی اپنے دین (اسلام) کی سربلندی کیلئے اپنے مال و دولت سے اسکی نصرت واعانت فرمادیں، تو باطل قوتیں اسلام اور مسلمانوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔

(۶)...... مال سے محبت کرنا ایک بڑا فتنہ ہے:

قرآن پاک کی بہت سی آیات میں مال کی محبت اور حد سے زیادہ جمع کرنے سے ڈرا گیا ہے، کہ یہ مال اکثر موقعوں پر لوگوں کے مابین ہلاکت، دشمنی، عداوت، بغض، حسد اور کینہ کا سبب بنتا ہے۔

ارشادربانی ہے۔

" واعلمو اانما اموالکم واولا دکم فتنة وا ن اللہ عند ہ اجر عظیم "

ترجمہ:...... اورتم اس بات کو جان رکھو کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد ایک امتحان کی چیز ہے اور اس بات کو بھی جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا بھاری اجر ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

" لتبلو ن فی اموالکم وانفسکم "

ترجمہ:......البتہ آگے اور آزمائے جاؤ گے اپنے مالوں میں اور اپنی جانوں میں۔

سینکڑوں واقعات اور حقائق اس پرمبنی ہیں، کہ مال کے ذریعے لوگوں کے درمیان انفرادی، اجتماعی اور خاندانی دشمنیاں واقع ہوئی ہیں، جو سالہاسال تک جاری وساری رہیں۔

بلکہ بعض بزرگان دین سے تو یہ بھی منقول ہے، کہ دنیا میں اکثر و بیشتر لڑائی، جھگڑے اور فسادات کا سبب تین چیزیں رہی ہیں۔
(۱)...... زن، (۲)...... زر، (۳)...... زمین ۔

(۷)...... صرف مال قیامت کے دن قرب اور نجات کا ذریعہ نہیں ہے:

قرآن کریم کی بعض آیات میں ان لوگوں کے نظریے کو رد کیا گیا ہے جو صرف مال کو قیامت کے دن نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں، ان کی اس غلط فہمی کو دور کیا گیا ہے، کہ صرف مال اور اولاد قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ نہیں ہیں جب تک ان کے ساتھ اعمال صالحہ نہ ہوں۔ ارشاد ربانی ہے:

" وما اموالکم ولا اولا دکم بالتی تقربکم عند نا زلفی الا من امن وعمل صالحا فا ولئک لھم جزآء الضعف بما عملوا وھم فی الغرفت امنون "

ترجمہ:...... اور تمہارے اموال اور اولاد ایسی چیز نہیں جو تم کو درجہ میں ہمارا مقرب بنادے، ہاں مگر جو ایمان لاوے اور اچھے کام کرے، سو ایسے لوگوں کیلئے ان کے عمل کا دوگنا صلہ ہے اور وہ بالاخانوں میں چین سے ہوں گے۔

معلوم ہوا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ صرف مال نہیں بلکہ ایمان اور اعمال صالحہ ہیں، دوسری جگہ ارشاد ہے۔

" ان الذین امنوا وعملوا الصلحت سیجعل لھم الرحمن ودا " ۔

ترجمہ: بلاشبہ جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے ، اللہ تعالی ان کیلئے محبت پیدا کردے گا :

(۸)...... حد سے زیادہ مال غفلت عن ذکراللہ کا سبب ہے:

قرآن کریم کی بعض آیات میں لوگوں کو زیادہ مال جمع کرنے اور دن رات اسمیں مگن رہنے سے منع کیا گیا ہے، کہ دن رات مال ودولت اکٹھا کرنے کی فکر میں لگے رہنا، اور ہمیشہ اس میں منہمک رہنا غفلت اور نسیان عن ذکراللہ کا سبب ہے، ارشاد ربانی ہے:

" یایھا الذین امنوا لا تلھکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ ومن یفعل ذلک فاولئک ھم الخسرون " .

ترجمہ:...... اے ایمان والو ! تم کو تمہارے مال اور اولاد اللہ تعالی کی یاد سے غافل نہ کرنے پاویں ، اور جو ایسا کرے گا ایسے لوگ ناکام رہنے والے ہیں، انسان کو اللہ تعالی نے مال جمع کرنے کیلئے نہیں، بلکہ زمین وآسمان اور اس کی بناوٹ میں غور وفکر کرنے کیلئے پیدا کیا ہے، کہ یہ عقلمندوں کی نشانی ہے، ارشاد ربانی ہے۔

" ویتفکرون فی خلق السموات والارض " .

ترجمہ:...... اور (یہ اہل عقل) آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں۔

(۹)...... مال میں اسراف اور تبذیر ناجائز ہے:

یہ مال چونکہ اللہ تعالی کی طرف سے ایک امانت ہے، اسلئے اللہ تعالی کی طرف سے یہ حکم فرمایا گیا ہے، کہ اس مال میں اسراف اور تبذیر سے اپنے آپ کو بچاؤ، ارشاد ربانی ہے۔

" کلوا واشربوا ولا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین " .

ترجمہ:...... اور خوب کھاؤ اور پیو اور حد سے مت نکلو، بے شک اللہ تعالی پسند نہیں کرتے حد سے نکل جانے والوں کو۔

دوسری جگہ فرمایا ، کہ جولوگ اپنے مال کو بے موقع اڑاتے ہیں وہ حقیقت میں شیطان کے بھائی ہیں، اس لئے اس سے منع فرمایا ارشاد ہے۔

" ولا تبذر تبذیر ا ان المبذ رین کا نو ا اخو ان الشیطین "

ترجمہ:...... اور بے موقع مت اڑانا بے شک بے موقع اڑانے والے شیطان کے بھائی بند ہیں۔

آیات مذکورہ میں اسراف اور تبذیر دونوں سے منع فرمایا اسراف اور تبذیر کا حاصل ایک ہی ہے کہ محل معصیت میں خرچ کرنا، خواہ معصیت بالذات ہو جیسے شراب وقمار وزنا، خواہ بالغیر ہو جیسے فعل مباح میں بہ نیت شہرت وتفاخرچ کرنا اور بعض نے یہ فرق کیا ہے کہ اسراف میں جہل بالکمیۃ ہے کہ مقادیر حقوق سے تجاوز ہو اور تبذیر میں جہل بالکیفیہ ہے کہ محل وموقع نہ سمجھے،اس سے معلوم ہوا کہ جسطرح مال میں اسراف اور تبذیر حرام ہے۔

اسی طرح مال کو غیر شرعی امور جیسے سود، احتکار اور دوسرے ناجائز ذرائع سے حاصل کرنا بھی حرام اور ممنوع ہے۔

غیر کے مال پر تلسط کرنے اور ناجائز طریقے سے دوسرے کے مال پر قبضہ کرنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا۔

" یا یھا الذین امنو لا تا کلو امو لالکم بینکم با لبا طل "

ترجمہ:...... اے ایمان والوں ! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طور پر مت کھاؤ۔

(۱۰)...... مال کا ضائع کرنا ممنوع ہے:

جس طرح مال میں اسراف وتبذیر ناجائز ہے۔اسی طرح مال کو کسی بھی طریقے سے ضائع کرنا یا اس میں کوئی غفلت برتنا بھی ناجائز ہے، یہ مال چونکہ ایک محترم اور قیمتی سرمایہ،اس لئے نااہل لوگوں کے سپرد کرنے سے منع فرمایا ہے،ارشاد ربانی ہے:

" ولا تو توالسفھاء امو الکم التی جعل اللہ لکم قیا ما "

ترجمہ:...... تم کم عقلوں کو اپنے وہ مال مت دو جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مایہ زندگانی بنایا ہے۔

چونکہ کم عقل اور بیوقوف آدمی مال کی قیمت،اور اس کا خرچ کرنا نہیں جانتا،اسلئے وہ کسی بھی طریقے سے مال کو ضائع کرے گا،اور یہ بات شریعت کی نظر میں ممنوع ہے۔

(۱۱)...... یتیم کا مال کھانا شرعاً ناجائز ہے :

جن بچوں کے ماں باپ مر جاوے، چونکہ وہ بے سہارا اور قابل رحم ہوتے ہیں اسلئے شریعت نے یتیم کے مال کھانے سے

منع فرمایا بلکہ شریعت نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے جولوگ یتیم کا مال کھاتے ہیں، حقیقت میں وہ اپنے پیٹ جہنم کی آگ سے بھر رہے ہیں۔ارشادربانی ہے:

" ان الذین یا کلو ن امو ال الیتمی ظلما انما یا کلو ن فی بطو نھم نا را و سیصلو ن سعیرا "

ترجمہ:...... بلاشبہ جولوگ یتیموں کا مال بلا استحقاق کھاتے ہیں، اور کچھ نہیں اپنے شکم میں آگ بھر رہے ہیں، اور عنقریب جلتی آگ میں داخل ہوں گے۔

لیکن اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا، کہ اگر یتیم عاقل اور بالغ ہو، اوراپنے مال کی خود حفاظت کرسکتا ہوتوان کا اپنا مال ان کے حوالے کرو، پھر فرمایا کہ اپنے مال یتیم کے مال کے ساتھ نہ ملاؤ ارشادفرمایا:

" واتو ا الیتمی امو لھم و لا تتبد لوا الخبیث با لطیب و لا تا کلو ا امو لھم الی امو الکم انہ کا ن حو با کبیر ا "

ترجمہ:...... اور جن بچوں کے باپ مرجاوے توان کے مال ان ہی کو پہنچاتے رہو اور تم اچھی چیز سے بری چیز کومت بدلو اوران کے مال مت کھاؤ اپنے مالوں تک، ایسی کارروائی کرنا بڑا گناہ ہے۔

(۱۲)...... مال ایک نعمت عظمیٰ ہے:

چونکہ مال ایک عظیم نعمت ہے، اسلئے اللہ تعالی نے نبی علیہ السلام پراس کا اظہار کرتے ہوئے ارشادفرمایا۔

" وو جدک عا ئلا فا غنی "

ترجمہ:...... اور اللہ تعالی نے آپ کو نادار پایا سو مالدار بنایا۔

لیکن اس کا تقاضا یہ نہیں کہ انسان مال ودولت کے نشہ میں مست ہوکر حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو بھلائیں، بلکہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ مال شرعی امور میں خرچ کرنے کے علاوہ رشتہ داروں اور ہمسایوں کے حقوق ادا کرنے کے علاوہ ہر حال میں اللہ تعالی کا شکرگزار رہے کیونکہ شکر کرنے سے اللہ تعالی بندوں کے رزق میں اضافہ کردیتا ہے۔ارشادربانی ہے:

" واذتا ذ ن ربکم لئن شکر تم لا زید نکم و لئن کفر تم ان عذابی لشد ید "

ترجمہ:...... اور وہ وقت یاد کرو جب کہ تمہارے رب نے تم کو اطلاع فرمادی کہ اگر تم شکر کروگے تو تم کو زیادہ نعمت دوں گا، اور اگر ناشکری کروگے تو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ناشکری سے اللہ تعالی ناراض ہوتا ہے۔ان تمام آیات کے علاوہ بے شمار احادیث میں مال کی اہمیت کے پیش نظر کسب حلال کی ترغیب دی گئی ہے، کبھی ارشاد فرمایا کہ جو شخص دست سوال پھیلانے سے بچے، اپنی عیالداری اور پڑوس سے رواداری اور مہربانی کی خاطر مال کمائے وہ حق تعالی شانہ سے اس حال میں ملاقات کریگا، کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی مانند پرنور ہوگا کبھی پاکیزہ وعمدہ مال کو صالح اور نیک مرد کا خاصہ قرار دیا ،اور کہیں پیشہ ور اور ہنر مند کو اپنا محبوب ٹھہرایا اور کہیں سچ گو اور امانتدار تاجروں کو سایہ عرش سے نوازنے اور انبیاء، صدیقین اور شہداء کی معیت کے انعام کا وعدفرمایا۔ایک طرف اگر مال اللہ تعالی کی رضا مندی اور خوشی کا سبب ہے کہ مال کے ساتھ کئی عبادات کی ادائیگی وابستہ ہے ، جو لوگ اپنے مال حج، راہ خدا اور جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ کرتے ہیں، وہ اللہ تعالی کی رضا مندی کے علاوہ آخرت میں بڑے اونچے مقامات حاصل کرلیتے ہیں۔تو دوسری طرف حقوق العباد جیسے زکوٰۃ، صدقات، خیرات، اور پڑوسیوں، ہمسایوں کی خبر گیری اور امداد کر کے انسان اللہ تعالی کے خوف وتقوای مراحل طے کرتا ہے جیسے ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

" نعم العو ن علی تقو ی اللہ المال "

ترجمہ:...... اللہ تعالی کے تقوای حاصل کرنے کا بہترین مددگار مال ہے۔

ان تمام آیات کریمہ اور احادیث شریفہ سے معلوم ہوا کہ اگر مال شرعی تقاضوں کے مطابق کمایا جائے تو یہ عندالشرع ممدوح ومطلوب ہے لیکن اس کے برعکس اگر کوئی شرعی ضابطوں کو پائمال کر کے ناجائز طریقوں سے مال ودولت اکٹھا کرنے کی کوشش کرے، تو شریعت ایسے لوگوں کی حوصلہ شکنی کرتی ہے بلکہ انہیں شرعی واخلاقی مجرم قرار دے کر اخروی سزا کا مستحق ٹھہراتی ہے۔

دوسری بات یہ ظاہر ہوئی کہ یہ مال شریعت کی نظر میں مفید ومنافع بخش بھی ہے اور مضر ونقصان دہ بھی۔

حقیقت میں کسب معاش، مال جمع کرنا اور دن رات اس کی فکر میں لگے رہنا، انسان کا منتہاء مقصود نہیں بلکہ ان اشیاء کی حیثیت راہ گزر مسافر کے توشہ کی ہے۔انسانی زندگی کا اصل مقصد تو چونکہ اخروی زندگی کی فلاح وبہبود اور کامیابی وکامرانی ہے اسلئے مال کا کوئی بھی ایسا تصور جو اخروی زندگی کی فلاح وبہبود میں رکاوٹ بنے۔

شریعت کے نزدیک وہ مذموم ومردود ہے۔اسی بات کی نشاندہی کرتے ہوئے امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ (خبردار! مال اس

سانپ کی طرح ہے، جس میں زہر بھی ہے اور تریاق بھی پس مال کے فوائد اور منافع اس کا تریاق ہے اور اس کے نقصانات گمراہی اور گناہ کے اسباب اس کا زہر ہے، جیسے کے فوائد اور نقصانات کی پہچان حاصل ہو گئی، ممکن ہے وہ اس کے شر اور ضرر سے محفوظ و مامون رہے اور اس کی خیر سے مستفید ہو کر دنیا و آخرت میں سرخرو ہو۔

بعض آیات میں مال کو فتنہ سے تعبیر فرمایا ہے اور فتنہ کا مصداق وہ مذموم مال ہے جس کے حصول یا صرف ہونے میں شرعی احکام کا لحاظ نہ ہو، اور مال کے حقوق کی ادائیگی میں غفلت سے کام لیا جائے لیکن جو مسلمان ان عوارض سے اپنے نفس اور اپنے مال کو بچالے، وہ عنداللہ متقی، جہنم سے بری، مال کی وعیدات سے مستثنیٰ اور جنت کا حقدار ٹھہرتا ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

" وسیجنبها الا تقی الذی یؤ تیٰ ماله یتز کی "

ترجمہ:...... اور اس سے ایسا شخص دور رکھا جائیگا جو بڑا پرہیز گار ہے، جو اپنا مال اس غرض سے دیتا ہے کہ پاک ہو جاوے۔

۲)...... مال کا تعلق اور ربط ایمان اور اخلاق کے ساتھ:

یہ مقاصد الشریعۃ المتعلقہ بالمال کا دوسرا مقصد ہے، اس کو عمومی طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

(۱)...... مال کا تعلق ایمان باللہ کے ساتھ ، (۲)...... مال کا تعلق اخلاقی اقدار کے ساتھ۔

۱)...... مال کا تعلق ایمان باللہ کے ساتھ:

اس کا مطلب یہ ہے، کہ اللہ تعالی نے اس دنیا کے علوی اور سفلی دونوں نظاموں کو اپنی قدرت سے پیدا فرمایا۔ دونوں نظاموں کے اندر جتنے بھی مخلوقات ہیں، اسمیں انسان کو اشرف المخلوقات بنایا، اور جتنی بھی منفعت کی چیزیں ہیں، وہ سب انسان کے فائدے کے لئے پیدا کئے ، تا کہ انسان اللہ تعالی پر ایمان لانے کے بعد ذات باری تعالی اور اس کی صفات ثبوتیہ اور صفات سلبیہ کو پہچان کر ، اس کا ذکر و شکر ادا کر کے، اس کے عذاب، غضب اور عقاب سے ڈرتے ہوئے، اس کی رحمت کا پرامید ہو کر اللہ تعالی کی پیدا کی ہوئی چیزوں سے منفعت اٹھا کر اس کی عبادت کریں، یہی اس ایت کریمہ کا مقصد ہے۔

" وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون "

ترجمہ:...... اور میں نے جن و انسان کو اسی واسطے پیدا فرمایا کہ وہ میری عبادت کیا کریں۔

اور دنیا میں تمام اشیاء چرند، پرند، حیوانات، نباتات اور جمادات انسان کے فائدے کے واسطے ہی پیدا کئے گئے ہیں، جن

سے انسان تمام ضروریات زندگی کا سامان پورا کر کے اپنی زندگی گزار لیتا ہے ان سب چیزوں کا ایک ہی مقصد ہے، کہ انسان کا دنیا میں رہتے ہوئے بھی خاص تعلق اللہ تعالی کے ساتھ ہو، اور ذات باری تعالی کے جو اوامر و نواہی ہیں، ان کو مقصد حیات بنالیں، یہی انسان کی کامیابی و کامرانی کا زینہ ہے۔

(۲)...... قرآن پاک کی بہت سی آیات میں انسان کی خلقیت اور حقیقت کو مختلف طریقوں سے بیان کیا گیا ہے، ایک جگہ ارشاد ربانی ہے۔

" هو الذی خلقکم من تر اب ثم من نطفة ثم من علقة ثم يخرجكم طفلا ثم لتبلغوا اشد كم ثم لتكو نو ا شيو خا "

ترجمہ:...... وہی ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر خون کے لوتھڑے سے پھر تم کو بچہ کر کے نکالتا ہے پھر تا کہ تم اپنی جوانی کو پہنچو ، پھر تا کہ بوڑھے ہو جاؤ ۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا: " ولقد خلقنا الا نسا ن من صلصا ل من حمأ مسنو ن "

ترجمہ:...... اور ہم نے انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے جو کہ سڑے ہوئے گارے کی بنی تھی پیدا کیا۔

پھر انسان (آدم علیہ السلام) کو پیدائش کے بعد " تعظیما و تکریما " تمام فرشتوں کا مسجود بنایا ، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: " فا ذا سو يته و نفخت فيه من ر وحي فقعواله سجد ين "

ترجمہ:...... سو جب میں اس کو پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی جان ڈال دوں، تو تم سب اس کے روبرو سجدہ میں گر پڑنا ۔

ان جیسی بہت سی آیات کریمہ میں انسان کی خلقیت بیان کرنے میں ارشارہ ہے کہ انسان ظاہری جسم اور بدن کے اعضاء اور اسکی بناوٹ کا غلاف نہیں ہے بلکہ انسان کی حقیقت وہ پوشیدہ جزء ہے جو دکھائی نہیں دیتا ، اور وہ روح، قلب یا نفس ناطقہ ہے جسکی وجہ سے وہ احکام شرعیہ کا مخاطب اور مکلف ہے اور اسی انسان کو اوامر و نواہی ، ثواب و عقاب کے ذریعے خواب غفلت سے جگایا گیا ہے۔ چونکہ انسان کی معاشی زندگی کا تعلق مال کے ساتھ ہے کہ وہ اپنی تمام مادی ضروریات و حاجات جیسے کھانا، پینا، پہننا، مسکن بنانا اور اس جیسی دوسری ضروریات مال ہی سے پوری کرتا ہے۔ ان سب میں انسان کیلئے تنبیہ ہے کہ انسان کو اپنی حقیقت نہیں بھولنا چاہیے بلکہ اس کو غور و فکر کرنا چاہیے کہ حقیقت میں انسان کے مطالب و مقاصد اور ہیں جو کہ اللہ تعالی کی عبادت نبی علیہ السلام کی اطاعت اور آخرت کی تیاری ہے ۔

۳):...... اللہ تعالیٰ نے انسان کو جس مال و دولت کا مجازی مالک بنایا ہے۔ اسمیں انسان کمانے اور خرچ کرنے کا مختار نہیں ہے، بلکہ وہ رب کائنات کے حکم کے تابع ہے، انسان کو اللہ تعالیٰ کے وضع کردہ شرعی قوانین کے مطابق مال خرچ کرنا ضروری ہے، انسان کی مثال (مال کے بارے میں) اس خزانچی کی طرح ہے، جس کو مالک نے خزانے کا نگران اور نگہبان مقرر کیا ہو، یہ خزانچی مالک کے مال میں اپنی چاہت اور اختیار سے تصرف نہیں کر سکتا بلکہ وہ مالک کے حکم کے تابع ہوتا ہے اگر وہ مالک کی مرضی کے خلاف اپنی چاہت کے مطابق تصرف کرے، تو وہ مجرم بن کر سزا کا مستحق ٹھہرتا ہے، یہی حال دنیا میں اللہ تعالیٰ، انسان اور اسکے مال کا بھی ہے، کہ اگر وہ مالک حقیقی (اللہ تعالیٰ) کی چاہت کے مطابق اپنا مال خرچ نہیں کرتے، بلکہ اپنے اختیار سے تصرف کرتے ہیں، یا بخل سے کام لیتے ہیں، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کافی ہے: " **ولا یحسبن الذین یبخلون بما اتھم اللہ من فضلہ ھو خیر الھم بل ھو شر لھم سیطو قو ن ما بخلو بہ یو م القیمۃ** "

ترجمہ: ...... اور ہرگز خیال نہ کریں، ایسے لوگ جو ایسی چیز میں بخل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دی ہے کہ یہ بات ان کیلئے کچھ اچھی ہوگی بلکہ یہ بات ان کیلئے بہت ہی بری ہے، وہ لوگ قیامت کے روز طوق پہنا دیئے جاویں گے اس کا جس میں انہوں نے بخل کیا تھا۔

اور اس طوق پہنائے جانے کی کیفیت حدیث بخاری میں آئی ہے، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کو خدا تعالیٰ مال دے اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو وہ اس کا مال قیامت کے روز ایک زہریلی سانپ کی شکل بنا کر اس کے گلے میں ڈال دیا جاوے گا اور وہ اس شخص کی باچھیں پکڑے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں، تیرا سرمایہ ہوں، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ آیت: " **ولا یحسبن الذین** " ...... **الخ** پڑھی۔

(۴)...... مال کا تعلق اخلاقی اقدار کے ساتھ:

جس طرح مال کا تعلق ایمان باللہ کے ساتھ ہے اسی طرح مال کا تعلق اخلاقی اقدار کے ساتھ بھی ہے۔

مغرب کے تمام اقتصادی نظام (خواہ سرمایہ دارانہ نظام ہو، یا اشتراکیت ہو یا کیمونزم) جس طرح ایمان اور دین سے خالی ہیں، اسی طرح اخلاقی اقدار سے بھی بالکل عاری ہیں، کیونکہ ان تمام نظاموں کا نصب العین مال و دولت اکٹھا کرنا ہے، خواہ جس طریقے سے بھی ہو، حلال سے یا حرام سے، تجارت سے یا دھوکہ سے، سود سے یا رشوت سے، گویا ان نظاموں کے تحت مال دولت معاشرے کے چند مخصوص لوگوں کے ہاتھوں میں چلا جاتا ہے جس کی وجہ سے سارا معاشرہ طبقاتی نظام کا شکار ہو جاتا ہے۔ امیر اور غریب کے بیچ فاصلے بڑھنے سے معاشرتی بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے، نیز معاشرے میں دولت کے حصول کے سبب ظلم، رشوت، مہنگائی، قتل

وغارت، اغوا، ڈکیتی اور دھوکہ جیسے بڑے بڑے جرائم جنم لیتے ہیں، کیونکہ یہ دولت ان لوگوں کا مقصد حیات بن جاتا ہے، اور موجودہ (سرمایہ دارانہ نظام) اس کا بین ثبوت ہے۔

لیکن اسلامی نظام معیشت جس طرح ایمان باللہ کے ساتھ مربوط ہے اسی طرح اخلاقی اقدار کے ساتھ بھی ان کا گہرا تعلق ہے، اسلام کا نظریہ معیشت یہ ہے کہ دولت جس کے ہاتھ میں بھی ہو، لیکن یہ گردش کرتا ہے تا کہ اسکی منفعت سے معاشرے کے تمام افراد مستفید ہوں، اس لئے اسلامی نظام معیشت نے مضاربت، مشارکت، تجارت، اجارات، مساقات اور مزارعت جیسے مفید اور نفع بخش نظام متعارف کرائے، جس کو اگر دیانتداری اور امانتداری سے اختیار کیا جائے، تو نہ صرف یہ کہ اسلامی نظام معیشت کا دروازہ کھلے گا، بلکہ معاشرے کے تمام افراد اس سے مستفید ہو کر ان کی تمام ضروریات احسن طریقے سے پورے ہو جائیں گے، اسلام نے تجارتی اخلاقیات کا ایک ضابطہ پیش کیا ہے جو دیانت داری اور خداترسی کو فروغ دیتا ہے، اسلام نے معیشت کے ان تمام ذریعوں کو ممنوع قرار دیا جو ظلم و زیادتی اور دوسروں کی حق تلفی پر مبنی ہوں، اسلام میں تجارت کی بنیاد باہمی تعاون پر ہے، اس نے وہ تمام صورتیں، جو دوسرے فریق کی کمزوری سے ناجائز فائدہ اٹھا کر کچھ خاص شرئط لگادی جاتی ہیں، حرام اور ناجائز قرار دی ہیں، تجارت میں کسی قسم کا دھوکہ یا بدمعاملگی پر پابندی لگادی گئی ہے، معاملے پر معاملہ کرنا اور خیانت یا وعدہ خلافی کرنا یا دروغ گوئی سے کام لینے کو ممنوع قرار دیا گیا ہے، تجارت کی اجازت ان صورتوں میں دی ہے جو جائز اور مباح ہوں جیسے مشارکت اور مضاربت وغیرہ ناجائز اور غیر متقوم اموال کی تجارت حرام اور ناجائز قرار دی گئی ہے، ذخیرہ اندوزی اور احتکار (جو معاشرے کیلئے ایک ناسور ہے) کو اسلام نے سختی سے منع کیا ہے، تجارت کی وہ تمام شکلیں جن میں کسی دوسرے آدمی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر یا جن میں مناسب محنت کے بغیر دولت آرہی ہو جیسے سٹہ، لاٹری اور جوئے کی تمام صورتیں ممنوع، حرام اور ناجائز قرار دی گئی ہیں۔

کسی کے مال کو ناجائز اور غیر شرعی طریقے سے ہڑپ کرنے کی اسلام سختی سے مذمت کرتا ہے، ارشاد ربانی ہے:

"ولا تا کلو اا مو لکم بینکم با لبا طل و تد لو ا بھآ ا لی الحکام لتا کلو ا فر یقا من امو ل

النا س با لا ثم وانتم تعلمون"

ترجمہ:...... اور آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق مت کھاؤ، اور ان کو حکام کے یہاں اس غرض سے رجوع مت کرو کہ لوگوں کے مالوں کا ایک حصہ بطریق گناہ کے کھاجاؤ اور تم کو علم بھی ہو۔

اسلام نے دولت کی گردش کا تصور دیا ہے اور اکتناز کی مخالفت کی ہے تجارت کی ترغیب اور سود کی مذمت واضح الفاظ میں کی ہے، اسی طرح بتایا ہے، کہ قرض حسنہ سے مال زیادہ ہوتا ہے، ارشاد ربانی ہے:

" من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضعفہ لہ اضعافا کثیرۃ "

ترجمہ:...... کون شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض دے اچھے طور پر قرض دینا پھر اللہ تعالیٰ اس کو بڑھا کر بہت سے حصے کر دیوے۔

اور زکوٰۃ دینے سے مال پاک ہوتا ہے ارشاد باری ہے:

" خذ من اموالھم صدقۃ تطھر ھم بھا وتزکیھم "

ترجمہ:...... ان کے مالوں سے زکوٰۃ لیں ان کو پاک وصاف کرنے کے لئے۔

قرآن حکیم معاشی مسائل کے پہلوں کو نظر انداز نہیں کرتا بلکہ خصوصی توجہ دلاتے ہوئے امراء کی دولت غرباء میں تقسیم کرنے کا حکم دیتا ہے تاکہ معاشرے میں معاشی عدم استحکام نہ ہو، ارشاد ربانی ہے:

" کی لا یکون دولۃ بین الاغنیآء منکم "

ترجمہ:...... تاکہ وہ تمہارے تونگروں کے قبضہ میں نہ آجاوے۔

اسلام کے مالیاتی نظام میں ناداروں اور مفلوک الحال افراد کیلئے خصوصی مراکز قائم کر کے ان کے معاشی حالت کو سنوارنے کا ذمہ بھی امراء کا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

" والذین فی اموالھم حق معلوم للسآئل والمحروم "

ترجمہ:...... اور جن کے مالوں میں سوالی اور بے سوالی سب کا حق ہے۔

یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے حقوق سے غفلت برتنے اور مسکینوں کی حق تلفی پر تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے۔

" کلا بل لا تکرمون الیتیم ولا تحضون علی طعام المسکین "

ترجمہ:...... ہرگز ایسا نہیں بلکہ تم لوگ یتیم کی قدر نہیں کرتے ہو، اور دوسروں کو بھی مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتے۔

دنیا کی زندگی میں فلاح کا حصول معاشی ترقی کے ساتھ منسلک ہے، اسلئے اسلام اپنے پیروکاروں کو معاشی جدوجہد میں حصہ لینے، غربت وجہالت کا خاتمہ کرنے، غریب، نادار اور مفلوک الحال لوگوں کی امداد کرنے اور معاشی ترقی کے دیگر عوامل کی تحقیق و افزائش کیلئے ترغیب دیتا ہے۔

اسلام معاشی ترقی کا خواہاں ہے لیکن اس مقصد کے حصول کیلئے معاشرتی، اخلاقی اور دینی اقدار کی قربانی دینے کیلئے ہرگز تیار نہیں، بلکہ چاہتا ہے کہ جو بھی دنیاوی ترقی ہو وہ ان اقدار میں بھی ترقی ہو تا کہ معاشی ترقی کے ساتھ ساتھ معاشرتی اقدار میں بھی ترقی ہو تا کہ معاشی ترقی کے ساتھ معاشرے کا ہر فرد روحانی ترقی کے منازل بھی طے کرتا جائے، اور ترقی کے لحاظ سے بھی افراد میں تنزل کی بجائے ترقی نظر آئے اسلام کا مالیاتی نظام زرین، ہمہ جہت اور کثیر الفوائد اصول پر مبنی ہے، اور اس کا نظام مختلف شعبوں اور مدات تک وسیع ہے۔

ان شعبوں اور مدات کو عام طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

(۱)...... بعض شعبوں کا تعلق اسلامی ریاست سے ہے۔

(۲)...... اور بعض دوسری مدات کا تعلق ریاست کے باشندوں اور رعایا سے ہے، جیسے زکوٰۃ عشر، جزیہ اور خراج وغیرہ سرکاری خزانے کے بنیادی ذرائع آمدن اور وسائل ہیں جو ایک اسلامی ریاست کا حکمران شرعی ضابطوں اور تقاضوں کے مطابق ان کی وصولیابی کا اہتمام کرتا ہے۔

اور جن مدات کا تعلق رعایا سے ہے ان میں سے بعض مدات تو شرعی واجبات کہلاتے ہیں جیسے زکوٰۃ، کفارات اور صدقۃ الفطر وغیرہ اور بعض دوسی مدات اگر چہ شرعی واجبات تو نہیں، لیکن اخلاقی تبرعات اور بھلائی کی حیثیت رکھتی ہیں جیسے نفقات، صدقات نوافلہ، خیرات اور مساکین وفادار لوگوں کی اعانت، غرض یہ کہ اگر اتنے وسیع شعبوں اور مدات تک پھیلا ہوا جامع اصولوں پر مبنی اسلامی مالیاتی نظام وجود پزیر ہو جائے تو اس نظام کے تحت ایک ایسا بہترین معاشرہ وجود میں آئیگا۔ جو پر امن اور باہمی تعاون پر قائم ہوگا، جہاں ہر شخص کی تمام ضروریات زندگی ایک معزز اور باوفا شہری کی حیثیت سے پوری ہوں گی۔ اس نظام کی بنیاد چونکہ اخوت، مروت مودت، موانست اور خیر سگالی پر قائم ہوتی ہے۔ اس لئے اس نظام کے قیام سے ایک مثالی معاشرہ بن سکتی ہے۔

اسی اسلامی مالیاتی نظام کیا ایک نظر حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے ڈھائی سالہ دور خلافت سے پیش کی جا سکتی ہے، کہ آپؒ کے عہد خلافت میں اسلامی مالیاتی نظام کے استحکام کی بدولت پوری مملکت اسلامیہ میں کوئی مستحق زکوٰۃ نہیں ملتا تھا۔

(جاری ہے ......)۔

......☆☆☆☆☆......